اسلامی تصوف میں ہندی عناصر کی روایت

عبدالواحد تبسم

ABSTRACT:

Islam was revealed in the vast desert of Arabia and spread all over the world. Due to the wide spread it couldn't avoid the touch of different religions. After Holy Prophet (SAW) different logical discussions about Islam started and simple thought become complicated and different sects came in to being. In 2nd and 3rd century mysticism emerged on a pretext to find true faith and affected its basic teachings of Islam even further. Mysticism is a wage term. It seems near to transcendentalism. However in Hindustan Islam was spread due to the mystics who came with the Muslim invaders. They presented the teachings of Islam in terms of Hindu mythology since they were more influenced by Hindi thought. This article is about those Hindi elements which we can see in Islamic mysticism.

اسلام کا ظہور عرب کے وسیع وعریض ریگ زاروں میں ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ کفر والحاد کے تصورات کو مسمار کرتا ہوا دنیا کے مختلف خطوں میں پھیل گیا۔ اس دوران میں اس کا سابقہ مختلف مذاہب سے ہوا۔ شمال مغرب کی جانب اس کا واسطہ عیسائیت اور یہودیت سے پڑا۔ فتح ایران کے بعد زرتشت اور مانی مذہب اس کی راہ کی دھول بنے۔ شمال مغربی ایرن اور افغانستان میں بدھ مذہب اور سندھ کی فتح کے بعد ہندومت اس کے سامنے آئے۔ اس سارے سفر میں مختلف خطوں کی بُو باس، رسم ورواج، مذہبی تصورات اور تفلسف اس پر اثر انداز ہوتے رہے اور اس کے نظامِ علم وعمل کو پیچیدہ بناتے رہے۔ حضورﷺ کے وصال کے تھوڑے عرصے بعد دین کو منطقیانہ زاویۂ نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور معاشرتی حالات بھی کچھ اسی طرح کے ہو گئے، نتیجتاً سیدھے سادے عقائد پیچیدہ ہو گئے اور مذہب کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ چنانچہ مختلف ممالک میں اس کے متعدد فرقے پیدا ہو گئے۔(۱) دوسری اور تیسری صدی

میں تصوف نے مسلم فکر کو متاثر کرنا شروع کیا۔ پروفیسر محمد حسن تصوف کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''تصوف کی اصطلاح بڑی عام فہم اور مبہم ہے، ہر وہ فلسفۂ فکر جو کسی حد تک ماورائیت اور روحانیت پر ایمان رکھتا ہے۔ ایک کائناتی روح یا ہم آہنگی کا تصور رکھتا ہے اور اس تصور تک پہنچنے کے لیے عقل وشعور سے زیادہ ریاضت اور روحانی طاقت کو رہبر تسلیم کرتا ہے، تصوف کے دائرے میں آ سکتا ہے۔ اس حلقے میں یونانی نو افلاطونی فلسفی آتے ہیں۔ ہندوستان میں ویدانت اور بدھ مت کے ماننے والے بھی شامل ہیں اور اسلامی تصوف کے مشائخ بھی''۔(۲)

تصوف کے فکری مآخذ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔صوفیائے کرام اس کا منبع قرآن وحدیث کو قرار دیتے ہیں۔نکلسن کے نزدیک بھی یہ دیگر نظریات سے آزاد اسلامی نظریہ ہے۔بعض کے نزدیک یہ آریائی ذہن کی پیداوار ہے۔ براؤن اسلامی تصوف کو نو افلاطونی اور یونانی فلسفے کا اثر بتاتا ہے۔(۳)

ڈاکٹر تارا چند کے خیال میں:

> ''تصوف ایک پیچیدہ مظہر ہے۔ یہ ایک ایسے دریا کی مانند ہے جو بہت سی سرزمینوں سے آتے ہوئے معاونین کے ملنے سے بحرزخار ہو جاتا ہے۔تصوف کا ابتدائی سرچشمہ قرآن مقدس اور حیات محمدیؐ ہے۔ عیسائیت اور نوافلاطونی نظریات نے اس میں بہ کثرت اضافے کیے، ہندومت اور بدھ مت نے بھی مختلف تصورات شامل کیے۔اسی طرح قدیم ایران کے مذاہب زرتشیت، مانویت وغیرہ نے بھی کچھ نہ کچھ اضافہ کیا''(۴)

ان فکری مآخذ کے مباحث سے قطع نظر ہندوستان میں صوفیا کی آمد کا سلسلہ کب شروع ہوا اس سے متعلق وثوق سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی، البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کا سلسلہ اسی وقت شروع ہوا ہوگا کہ جب عربوں کے ہندوستان سے تجارتی روابط قائم تھے اور بعد ازاں محمد بن قاسم کے حملے نے بھی اس کے لیے راہ ہموار کی تھی۔محمود غزنوی کے ہندوستان پر پے بہ پے حملوں سے سلطنت دہلی کے قیام تک کو بھی اس ضمن میں نظر انداز نہیں کی جا سکتا کہ جن کی بدولت مسلمان ہندوستان کو اپنا مستقر بناتے رہے۔اس سلسلے میں شیخ علی بن عثمان ہجویری کو اولیت حاصل ہے، جو عمر کے اخیر حصے میں غزنی سے لاہور آئے۔ ان کی عہد آفریں تصنیف کشف المحجوب نے صوفیانہ فکر کو ایک عرصے تک متاثر کیے رکھا۔ ان کے مزار پر خواجہ معین الدین چشتی اور فرید الدین گنج شکر نے چلے کھینچے اور نظام الدین اولیا نے ان سے روحانی کسبِ فیض کیا۔ان اولیائے عظام نے تبلیغِ اسلام کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنایا اور محبت ورواداری سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا۔ ان صوفیائے کبار کا واسطہ ان بجریانی سادھوؤں سے بھی پڑا جو ہندومت اور بدھ مذہب کی ملی جلی صورتوں میں متشکل تھے۔ یہ لوگ مذہب کی ظاہری رسوم وعبادات کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے اور محض باطنی جذبے کو نروان کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں انھوں نے وحدت الوجود کو لذت وصال کے مشابہ قرار دے کر عبادت کا درجہ دیا اور عشق مجازی کو عشق حقیقی کا پہلا زینہ قرار دے کر امرد پرستی کی

صورت میں عیاشی کو مذہب کا جز و بنا لیا۔ اسی طرح انھوں نے وجدان کی مستی کو شراب کے نشے سے تعبیر کیا۔ صوفیہ اور ان سادھوؤں میں کئی باتیں فکری طور پر مشترک نظر آتی ہیں۔ مثلاً وحدت الوجود، خدا کی ذات میں مکمل ادغام، عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی کا پہلا زینہ قرار دینا، شراب کو شرابِ معرفت قرار دینا اور نشے کو عرفان کا مظہر بتانا، سماع و وابستگی اور جمال میں خدا کے جلوے دیکھنا۔ یہ کہنا البتہ دشوار ہے کہ آیا ان دونوں نے ایک دوسرے کے اثرات قبول کیے یا آزادانہ طور پر ان نظریات کو اختیار کیا ہے۔(۵) مرزا قتیل کے بیان کے مطابق رقص و وجد، جو چشتی سلسلہ کے بزرگوں میں رائج ہے، انھوں نے بیراگیوں سے سیکھا کیوں کہ وہ لوگ بھی اکثر بتوں کے سامنے رقص کرتے ہیں۔(۶)

بھگوت گیتا نے روح کی ابدیت کے پیش نظر انجام سے بے پروا ہو کر فرائض کو ادا کرنے کا فلسفہ پیش کیا ہے۔ اس سے ساتویں، آٹھویں صدی میں یوگ کا پورا انتظام ترتیب دیا گیا اور ریاضت کے جسمانی ضابطے متعین کیے گئے اور اس بات پر زور دیا گیا کہ انسانی روح کو جسمانی لذت اور اذیت سے بے نیاز ہونا چاہیے۔ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ فلسفیانہ اعتبار سے اس نے اسلامی تصوف کو کہاں تک متاثر کیا، البتہ اس کی جسمانی ریاضتیں اور توجہ کی یکسوئی کی مشق اسلامی تصوف میں بھی نظر آتی ہے۔ حبس دم، مراقبہ اور ذکر کی مختلف صورتیں اس سے ملتی ہیں۔ مزید براں اسلام روح کی ابدیت کا تو قائل ہے مگر تناسخ اور رہبانیت کو تسلیم نہیں کرتا مگر اس کے باوجود تصوف میں اسی قسم کے طریق کار کو ضرور اپنایا گیا ہے۔(۷)

ڈاکٹر تارا چند کے بقول:

> ''.....نروان کے تصور، مسلک ہشت گانہ کے قیام، یوگ کی مشق اور مافوق العادت قوتوں سے وقوف کو اسلام میں فنا، طریقت، سلوک، مراقبہ، کرامت اور معجزے کے ناموں سے پکارا گیا۔''(۸)

سولہویں صدی کے صوفیانہ سلاسل میں، شطاری سلسلہ اس حوالے سے قابل ذکر ہے کہ اس نے یوگا سے براہ راست ہندوستانی عناصر لیے ہیں اور ہندو تصوف کی مختلف صورتوں کو بھی قبول کیا ہے۔ یہ سلسلہ بسطامی سلسلے سے جڑا ہوا ہے۔ اس سلسلے کے پیروکار یوگیوں کی طرح جنگلوں میں رہتے تھے، پھل پات کھا کر گزر اوقات کرتے تھے اور سخت جسمانی اور روحانی ریاضتیں کرتے تھے۔ ان کا طریق ذکر کلمۂ طیبہ اور اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات کے ورد سے شروع ہوتا تھا اور کامل طہارت اور خلوت کی بدولت ممکن تھا۔ کلماتِ ذکر عربی، فارسی یا ہندی میں بھی ادا کیے جا سکتے تھے۔ بعض کلمات ہندو تصوف سے مستعار نظر آتے ہیں۔ مثلاً اوہی ہی، یہ اپنشدی جاپ سے مشابہ ہے، جس میں ہا ای ہوا، ای آگ اور اُوسورج کو ظاہر کرتے ہیں اور اوہوای تمام دیوتاؤں کے لیے مستعمل ہیں۔ شطاری صوفی اپنی متصوفانہ ریاضتوں کو پوشیدہ رکھتا تھا تا کہ علمائے دین کی مخالفت سے بچا رہے۔(۹) اس سلسلے کو گوالیار میں مقبولیت حاصل ہوئی کیوں کہ یہ اس سلسلے کے مشہور صوفی محمد غوث کا وطن تھا، جن کی اکبر ایام جوانی میں بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا۔ محمد غوث ہندو جوگیوں کا بڑا احترام کرتے تھے اور انھوں نے ان کی ریاضتوں پر بحر الحیات کے نام سے

کتاب بھی لکھی۔ اکبر کے شیخ الاسلام شیخ گدائی کی مخالفت کے باعث انھیں دربار سے جانا پڑا اور پھر سے درویشانہ زندگی گزارنی پڑی۔

پندرہویں صدی میں ہندوستانی صوفیہ کو محی الدین ابن العربی کے نظریے وحدت الوجود اور ویدانت میں اسی قسم کی مشابہت محسوس ہونے لگی جیسا کہ سید عابد حسین لکھتے ہیں:

> ''حضرات صوفیا نے اسلام کے عقیدۂ توحید کو ہندوؤں کے سامنے وحدت الوجود کے رنگ میں پیش کیا۔ اس عقیدے میں ہندوؤں کو اپنے ویدانت کے فلسفے کی جھلک نظر آئی اور اس نے ان کے دلوں کو اپنی طرف کھینچا۔''(۱۰)

سترہویں صدی میں اکبر اور اس کے جانشینوں کی سرپرستی میں ہندو کلاسیکی تصوف سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہونے کے باوجود، شطاریہ سلسلے کے علاوہ کسی دوسرے صوفی سلسلے میں ہندو نظریات کی قبولیت نظر نہیں آتی، البتہ اس صدی میں احمد ہی واحد شخص تھا جس نے شہوت انگیز وشوانا تھی تصوف سے متاثر ہو کر متصوفانہ ڈگر سے ہٹ کر ہندی میں ہندو موضوعات پر لکھنا شروع کر دیا تھا۔(۱۱) سترہویں صدی کے وسط میں مسلمانوں میں ویدانتی فلسفے کو تصوف کے مشابہ سمجھنے کا رجحان پیدا ہو چکا تھا۔ اس سلسلے میں داراشکوہ نے ہندو ویدانت کی تحقیق میں گہری دلچسپی لی جو مجمع البحرین کی صورت میں سامنے آئی۔ یہ کتاب چوں کہ مسلمان صوفیا اور ہندو جوگیوں کے عقائد کا مجموعہ ہے لہٰذا اس بنا پر اسے مجمع البحرین کہا گیا ہے۔ داراشکوہ کے آزادانہ خیالات میں شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی کی روادارنہ پالیسی کارفرما تھی کہ رسول اکرمؐ کی ذات گرامی مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے یکساں طور پر رحمت تھی۔(۱۲)

تصوف کے مسئلے وحدت الوجود اور ویدانتی فلسفے میں مماثلت نظر آتی ہے۔ ویدانت کے اس نظریے کو ''ادویت واد'' یا مسئلہ لاثنویت کا نام دیا جاتا ہے۔ ادویت واد شنکر کی ایجاد بتایا جاتا ہے مگر حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس عقیدے کی بنیاد رگ وید، اپنشدوں، بھگوت گیتا اور ویدانت سوتروں میں پہلے سے موجود ہے۔ رگ وید میں ہے کہ حقیقت صرف اور صرف ایک ہے عالم لوگ اسے اندر، متر، ورن، اگنی...... یم وغیرہ کے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔(۱۳) اسلامی تصوف میں وحدت الوجود کا تصور ابن العربی سے داخل ہوتا ہے مگر پروفیسر محمد مجیب کے مطابق ''وحدت الوجود کی تعلیم ہی سب سے پہلے اپنشدوں نے دی۔''(۱۴)

ہندی فلسفے اور اسلامی تصوف کا ایک اور اہم مشترک پہلو تصور فنا اور نروان میں مماثلت کا ہے۔ اسلامی تصوف میں فنا کے تصور کی اولین صورت ابو یزید بسطامی کے ہاں پائی جاتی ہے جو نسلاً زرتشتی تھے۔ ان کے متعلق رائے دی جاتی ہے کہ ان کے ماخذ اپنشدی اور ویدانتی ہیں جو انھیں اپنے استاد ابوعلی سندی سے ملے تھے، جو ایک پر اسرار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سندھ کے باشندے تھے مگر قرین قیاس ہے کہ وہ خراسان کے ایک قریے سند کے رہنے والے تھے جو بسطام کے بہت قریب تھا۔ ابو یزید بسطامی نے ان سے وحدت الٰہیہ اور حقائق اصلیہ کی تعلیم حاصل کی اور جواب میں انھیں اسلام کے لازمی فرائض سکھائے۔ زہنیر کے

مطابق ابوعلی سندی کو اسلام کے فرائض کی لازمی تعلیم دی گئی تھی تو یقیناً وہ ہندو سے مسلمان ہوا ہو گا اور عین ممکن ہے کہ وہ سندھ سے اپنشد کا وہ تصور جس کے تحت ایک صوفی اپنے آپ کو خدا کے مشابہ قرار دیتا ہے اپنے ساتھ لایا ہو گا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب شنکراچاریہ نے ویدانت کو منظم ومرتب کیا تھا۔(۱۵) زہنیر کی اس دلیل کی بنیاد ابویزید کی گفتگو اور اپنشد کے کچھ خیالات کی مشابہت ہے۔ نکلسن کے خیال میں فنا کا نظریہ اگر مخلوط ہندی بودھی ذرائع سے ماخوذ ہو تو بھی وہ نروان سے پوری طرح میل نہیں کھاتا۔ دونوں اصطلاحیں انفرادیت کی موت کے لیے بولی جاتی ہیں لیکن نروان خالصتاً منفی ہے۔ فنا کے ساتھ بقا لازم وملزوم ہے۔ یعنی اللہ کے ساتھ حیات ابدی حاصل ہونا۔(۱۶) اسی طرح گوتم بدھ کے شاہانہ زندگی ترک کرنے اور صوفیانہ سوانحی ادب میں ابراہیم بن ادھم کی تخت و تاج سے علیحدگی کی مماثلت جسے گولڈ زہیر بودھی خصوصیت قرار دیتا ہے محض اتفاقیہ اور سطحی ہے۔ بدھ کا تارک الدنیا ہونا انسانی مصائب کے حل کی تلاش میں تھا جبکہ ابراہیم بن ادھم نے حکم الٰہی کے تحت دنیا کو چھوڑا۔ لہٰذا ان دونوں میں تفاوت کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔

مزاروں کا منادر کی طرح احترام، معرفت کا تصور، تصور شیخ، گیروے رنگ کا لباس اور خانقاہی سلسلے میں اشتراکات کے کئی پہلو ہیں جو اس بات کے غماز ہیں کہ انھوں نے کس قدر اسلامی تصوف پر اثر ڈالا۔ ہندوستان کے تمام صوفیہ کے سلاسل ابتدائی طور پر ہندومت کے ساتھ معاندانہ رویہ رکھتے تھے مگر بعدازاں باہم زندگی کرنے سے یہ سلسلہ باہمی رواداری پر منتج ہوتا ہے اور کئی ہندو بھی صوفیہ کی صحبت سے فیض پاتے ہیں۔

سترہویں صدی کے وسط میں سلسلۂ قادریہ نے داراشکوہ اور شہزادی جہاں آرا کے زیر اثر سب سے زیادہ روادارانہ رویہ اپنایا۔ اسی طرح نقش بندی سلسلہ جو ہندومت کے کٹر مخالف تھا میں اٹھارویں صدی میں اتنی وسیع النظری پیدا ہوئی جو صوفی شاعر مظہر جان جاناں کے رویے میں نمایاں ہے۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے جانشینوں نے تمام کمزور سلسلوں کو اپنی تحریک میں ضم کیا اور انھیں شریعت کی طرف مائل کیا۔ اگرچہ انھوں نے ہندومت کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کی مگر شاہ ولی اللہ کے جانشین شاہ عبدالعزیز نے مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا۔

اس مختصر جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ صوفیائے اکرام نے معبود حقیقی کے ابدی پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے بعض ہندی تماثیل کا سہارا لیا جس سے تصوف کی تابنا کی مانند پڑی، دوسرے ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد نے بھی ہندی تہذیب کو متاثر کیا جس کے نتیجے میں اسلام کے بعض روحانی عناصر اس کا حصہ بنے۔

حوالہ جات:

(۱) تاراچند ڈاکٹر، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، ترجمہ محمد مسعود احمد لاہور، مجلس ترقی ادب طبع اول ۱۹۶۴ء ص ۸۸

(۲) محمد حسن، پروفیسر، دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی وفکری پس منظر (عہد میر تک)، دہلی اردو اکادمی طبع اول ۱۹۸۹ء، ص ۲۹

(۳) محمد حسن، پروفیسر، دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی وفکری پس منظر (عہد میر تک)،

ص ص ۳۱-۳۲

(۴) تارا چند ڈاکٹر، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، ص ۱۰۷

(۵) محمد حسن، پروفیسر، دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی وفکری پس منظر، ص ۳۷

(۶) محمد عمر، ڈاکٹر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، پاک اکیڈمی کراچی، ۱۹۹۲ء ۲۳۷

(۷) محمد عمر، ڈاکٹر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، ص ص ۳۴۲-۳۴۳

(۸) تارا چند ڈاکٹر، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، ص ۱۱۵

(۹) عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر میں اسلامی کلچر، ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی، لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ طبع دوم ۱۹۹۷ء ص ص ۲۰۲-۲۰۳

(۱۰) عابد حسین، سید، قومی تہذیب کا مسئلہ، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، باراول ۱۹۸۰ء ص ۸۷

(۱۱) عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر میں اسلامی کلچر، ص ۲۰۳

(۱۲) محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع دہم ۱۹۸۶ء ص ۴۴۱

(۱۳) پرکاش مونس، ڈاکٹر، اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر، الہ آباد نیشنل آرٹ پرنٹرس، ۱۹۷۸ء ص ص ۸۲-۸۳

(۱۴) محمد عمر، ڈاکٹر، ہندو ستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، ص ۳۴۰

(۱۵) عزیز احمد، پروفیسر، بر صغیر میں اسلامی کلچر، ص ۱۸۶

(۱۶) ایضاً ، ص ۱۶۷

◁▷